تقریر

تقریر بابت اخلاقیات
وقت 5-7منٹ

مضبوط ہونے کے لیے نرم ہونا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

یعنی رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"۔

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار
جس نے نفسِ دوں کو ہمت کرکے زیر پا کیا
چیز کیا ہیں اُس کے آگے رستم و اسفند یار
گالیاں سنکر دُعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

معزز سامعین! مجھے میرے بعض کرم فرما بعض میسجز کے ذریعے ناصحانہ پیغامات بھجواتے رہتے ہیں۔ اُن میں بعض مجھے پسند آتے ہیں تو اُن میں سے کچھ کو اپنی گفتگو کا عنوان بنالیتا ہوں۔ آج کی تقریر کا عنوان "مضبوط ہونے کے لیے نرم ہونا ضروری ہے" مَیں نے درج ذیل دو ناصحانہ پیغامات سے اخذ کیا ہے۔

ایک میسج یوں تھا۔

- سیمنٹ سے بھی ایک نصیحت ملتی ہے۔ جوڑنے کے لیے "نرم" ہونا ضروری ہے اور جوڑے رکھنے کے لیے "سخت" ہونا ضروری ہے۔

اور دوسرا میسج یوں تھا کہ

- لوہا لوہے کو کاٹتا ہے لیکن لوہے کو کاٹنے کے لیے "نرم" کرنا ضروری ہے۔

اِن دو مختلف قسم کے میسجز پر غور کریں تو نصیحت ایک ہی بنتی ہے کہ نرم ہونے میں برکت ہے، نرم ہونے اور رہنے میں بہتری ہے، انعامات ملتے ہیں۔ سخت چیز جلد توڑی جاسکتی ہے جب کہ نرم اور ملائم چیز اپنا راستہ خود بنالیتی ہے۔ اگر اس اصول کو ہم انسانی طبیعت پر لاگو کریں تو سخت طبیعت کا انسان بالآخر جلد ٹوٹ جاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ نہ اتنا سخت ہو کہ توڑ دیا جائے اور نہ اتنا نرم ہو کہ مروڑ دیئے جاؤ۔

سامعین! اس مضمون کو سمجھنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کے لیے ہم دُور نہیں جاتے۔ ہم اپنے ماحول اور اردگرد میں پھلنے پھولنے اور پرورش پانے والے درختوں اور پودوں کی ٹہنیوں اور شاخوں کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں۔ ٹہنی کو ہم "سخت" اور شاخ کو ہم "نرم" سے تشبیہ دے کر انسانی جسموں پر چسپاں کرسکتے ہیں۔ ٹہنی سوکھی ہوئی ہوتی ہے۔ جس کے اندر جان نہیں ہوتی وہ ذرا سا زور لگانے سے ٹوٹ جاتی ہے اور جب اُس کو آگ لگائی جائے تو تھوڑے سے وقت میں اردگرد کے ماحول کو گرمائش پہنچا کر یا روشنی مہیا کرکے خود بھسم ہو جاتی اور راکھ بن کر اپنا نام ونشان کھو دیتی ہے۔ جبکہ اِس کے مقابل پر سبز و شاداب شاخ پتوں، پھولوں اور پھلوں کے ساتھ آنکھوں کو بھلی محسوس ہوتی ہے۔ اُس کو اگر مڑوڑا جائے تو ٹوٹنے کی بجائے مُڑ جاتی ہے، پھل لگے ہوں تو جھک جاتی ہے۔ پھول ہوں تو بھینی بھینی خوشبو دینے لگتی

ہے۔ انسان بھی جھکا ہوا ہی اچھا لگتا ہے۔ نرم اور ملاطفت والے انسان کی طرف سب جھکے نظر آتے ہیں۔ سخت، اکڑ باز اور متکبّر انسان سے لوگ دُور بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔ جھکے رہنے والے انسان کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے وہ بلندیوں کا سفر بآسانی طے کر لیتا ہے۔ ہم بارہا اپنی زندگیوں میں دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کو کوہ پیما جھک کر ہی طے کرتے ہیں۔ کبھی ہم نے اکڑ کر کسی کوہ پیما کو پہاڑ طے کرتے نہیں دیکھا۔ وہ Stick کے سہارے Bo down ہو کر یہ کمال حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت کھول کر "عباد الرحمن" یعنی اللہ والوں کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں (الفرقان:64)۔ اِسی مضمون کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ لقمان میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصائح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے! نخوت سے لوگوں کے لیے اپنی گال نہ پھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھرا کر اور اگر آدابِ معاشرت کے حوالے سے قرآن کریم کی تعلیمات پر نگاہ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے ان میں نرمی، حسنِ سلوک اور رأفت کو نمایاں جگہ دی ہے۔ جہاں تک احادیث میں تواضع، نرمی، رأفت، خاکساری اور عجز وانکساری کی اہمیت اور فضیلت کا تعلق ہے - اس کے بھی دو حصے ہیں کہ ایک اقوالِ رسولؐ اور دوم سنّتِ رسولؐ - آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ عفو اور انکساری کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو عزّت میں بڑھاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلہ)

پھر حضرت عائشہؓ سے حضورؐ مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! اللہ رفیق (دوست یا نرم) ہے اور رِفق (نرمی) کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کی عنایات نرم دل پر ہوتی ہیں نہ کہ سخت دل پر۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 813)

اس کے علاوہ کیا خوبصورت انداز میں آپؐ نے نرمی اور سختی میں فرق بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اُسے زینت، خوبصورتی بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جائے تو اُسے بدصورت بنا دیتی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 814)

ایک یہودی نے آپؐ کو بظاہر سلام کہتے ہوئے السام علیکم کہہ دیا یعنی آپؐ پر ہلاکت ہو حضرت عائشہؓ بھی سن رہی تھیں انہوں نے کہا وعلیکم السام۔ تم پر بھی ہلاکت ہو۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں نے تو صرف وعلیکم کہا تھا تم بھی رفق یعنی نرمی اختیار کرو۔ آپ ایک یہودی کا جنازہ دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے اور فرمایا: یہ بھی انسان تھا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب من قام لجنازۃ یہودی)

ایک اعرابی نے مسجد نبوی کو گندا کر دیا۔ صحابہؓ اس کو مارنے کے لیے دوڑے تو فرمایا: اسے کچھ نہ کہو اور مسجد کو صاف کر دو۔

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب فی البول یصیب الارض)

ان احادیث سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ دنیاوی معاملات کے ساتھ دینی امور میں بھی رفق ونرمی کے ساتھ چلنا ضروری ہے، دین پر عمل پیرا ہونے، یا اس کی نشر واشاعت اور تبلیغ کے سلسلے میں تشدّد اور سختی ناپسندیدہ عمل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

"بے شک، یہ دین بڑا سنجیدہ ومضبوط ہے، لہٰذا اس میں نرمی کو شامل رکھا کرو۔"

(مسند احمد)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو بہت مواقع پر شستہ الفاظ میں مومنوں کو سمجھایا ہے اور بعض جگہوں پر انذار بھی کیا ہے۔ جیسے جہنم کی آگ حرام ہے ہر اُس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے۔ اُن سے نرم سلوک کرتا ہے اور اُن کے لئے آسانیاں مہیا کرتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 815)

پھر صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا "فَاِنَّمَا بُعِثْتُم مُیَسِّرِینَ ولَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِینَ"

(حدیقۃ الصالحین حدیث 816)

کہ تم آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ سختی۔

نرم خوئی اور نرم مزاجی کا یہ وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی پیکر کا ایسا جزو لاینفک بن گیا تھا کہ ایسے حالات جن میں انسان سخت اور درشت لہجہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور وقار و سنجیدگی کا دامن اس سے چھوٹ جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و درگزر اور نرمی کا ثبوت دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ مَیں آپؐ کے پاس تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنے قبیلے کا بُرا شخص ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اجازت مرحمت فرمائی اور اُس کے ساتھ نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ واپس چلا گیا تو مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے تو کچھ فرمایا تھا۔ پھر آپ نے اُس سے اِس قدر نرمی سے بات کی ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! یقیناً لوگوں میں سے بدترین وہ شخص ہے جسے دوسرے لوگ اس کی بدگوئی سے بچنے کے لئے اُس سے قطع تعلق کریں۔

(شمائل النبیؐ صفحہ 145-146)

سامعین! نرمی، انکساری جیسا خلق انسان کے دل سے پھوٹتا ہے اور یہ اخلاقی قدر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز سے جھکانے سے پیدا ہوتی ہے۔ عجز و انکساری انسان کو ہمیشہ اللہ کے ارادے کے تابع بنا دیتی ہے۔ اللہ کی تابع داری کرنے والا انسان یہ جان لیتا ہے، کہ اس انکسار نے اللہ کی نظر میں اس کی شان و عزت بڑھا دی ہے۔ جس نے اللہ کے سامنے جھکنا سیکھ لیا وہی علم والا ہے کیونکہ علم کی پہچان عاجزی ہے اور جاہل کی پہچان تکبّر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکساری اختیار کرو اس حد تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے لئے اس طرح تواضع اختیار کی۔ یہ فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی کو زمین کے ساتھ لگا دیا۔ اس کو مَیں اس طرح بلند کروں گا اور یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنی ہتھیلی کو آسمان کی طرف اونچا کرنا شروع کیا اور بہت بلند کر دیا یعنی جو عاجزی اختیار کرے اور زمین کے ساتھ لگ جائے اس کو خدا تعالیٰ خود بلند کرتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ جلد 1 صفحہ 44 مطبوعہ بیروت)

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے محمدؐ! ہم میں سے سب سے بہترین اور اے ہم میں سے سب سے بہترین لوگوں کی اولاد! اے ہمارے سردار! آپؐ نے سنا تو فرمایا۔ کہ دیکھو! تم اپنی اصلی بات کہو اور کہیں شیطان تمہاری پناہ نہ لے۔ مَیں محمد بن عبد اللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا مقام اس سے بڑھا چڑھا کر بتاؤ جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 349 مطبوعہ مصر)

سامعین! اگر ہم دیکھیں تو یہی اسوہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات مبارکہ میں بھی نظر آتا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں ہمیشہ انکساری اور گمنامی کی زندگی پسند کرتا ہوں۔ کم فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مَیں اپنے مدارج کو حد سے بڑھاتا ہوں۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طبیعت اور فطرت میں ہی یہ بات نہیں کہ مَیں اپنے لئے کسی تعریف کا خواہشمند پاؤں اور اپنی عظمت کے اظہار سے خوش ہوں۔ مَیں ہمیشہ انکساری اور گمنامی کی زندگی پسند کرتا رہا لیکن یہ میرے اختیار اور طاقت سے باہر تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود مجھے باہر نکالا اور جس قدر میری تعریف اور بزرگی کا اظہار اس نے اپنے پاک کلام میں جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے کیا یہ ساری تعریف اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 114)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوسروں کو بھی نرمی اور ہمدردی کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اپنے تو درکنار، مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو اور لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ پھر ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں سیر کو جا رہا تھا تو ایک پٹواری میرے ساتھ تھا وہ ذرا آگے تھا اور مَیں پیچھے۔ راستے میں ایک بُڑھیا 70-75 سال کی ملی پہلے ان پٹواری صاحب کو اس نے خط پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ پھر اس بُڑھیا نے وہ خط مجھے دیا تو فرماتے ہیں کہ مَیں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بڑی شرمندگی ہوئی کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 82-83)

نرمی ایک ایسی خوبی ہے جس کی وجہ سے بندے پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش ہوتی ہے اور اس کثرت سے انعامات وعطائے خداوندی ملتے ہیں کہ کسی دوسری صفت پر شاید ہی ایسے انعامات حاصل ہوتے ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں معتدل مزاجی ونرم خوئی آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہے اور عدم برداشت، غصّہ اور نفرتیں تیزی سے پروان چڑھ رہی ہیں۔ ہم اگر کسی سے کوئی بات منوانا چاہتے ہیں چاہے وہ ہمارے بچے ہوں ہوں، ہمارے ماتحت ہوں، ہمارے رشتے دار ہوں تو اکثر ہم بجائے نرمی سے بات منوانے کے زور زبردستی کرتے ہیں یا صرف اپنے دلائل دیتے ہیں اُن کی بات نہیں سنتے پھر ظاہر ہے کہ اُس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا اور وہ اگر وقتی طور پر ہماری بات مان بھی جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ ہم سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں جو کہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس لئے بلاوجہ لوگوں سے الجھنے یا جھگڑا کرنے، بحث کرنے سے بچنا چاہیے اور حتیٰ الامکان نرم خوئی کا معاملہ رکھنا چاہیے لیکن اگر بات حق و باطل، قانونی و غیر قانونی، نفع و نقصان کی ہو تو بہتر ہے کہ اپنی سی پوری کوشش کرلی جائے کہ سامنے والے کو اس کا نفع نقصان سمجھا دیا جائے البتہ ماننا نہ ماننا اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر کسی کو بُری بات پر ٹوکنا ہو یا اس سے اختلاف کا اظہار کرنا ہو تو اس کے لیے بھی ایسا انداز اختیار کیا جائے جس میں کھردرے پن اور درشتی کے بجائے خیر خواہی اور نرمی کا پہلو نمایاں ہو۔ اگر کسی چھوٹے کی تربیت کے لیے اس پر غصّہ کرنا ضروری ہو تو وہ بھی اعتدال کی حدود میں ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

”نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔“

(نوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعتی عہدیداران کو بھی نرمی اور خوش اخلاقی کی تاکید فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”پھر ایک وصف عہدیداران میں جو ہونا چاہئے وہ بشاشت ہے اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84) یعنی اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے بات کیا کرو اور ان سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ پس یہ بھی ایک بنیادی خُلق ہے جو عہدیداروں میں بہت زیادہ ہونا چاہئے۔ اپنے ماتحتوں سے، اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے بھی جب بات چیت کریں اور اسی طرح جب دوسرے لوگوں سے بھی بات کریں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ انتظامی معاملات کی وجہ سے سختی سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے لیکن یہ ضرورت انتہائی قدم ہے اور اگر پیار سے کسی کو سمجھایا جائے اور عہدیدار لوگوں کو یہ احساس دلا دیں کہ ہم تمہارے ہمدرد ہیں تو ننانوے فیصد ایسے لوگ ہیں جو سمجھ جاتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ جولائی 2016ء)

سامعین! خوش اخلاق اور خوش اطوار انسان خالق و مخلوق ہر دو کی نگاہوں میں محبوب اور منظورِ نظر ہوتا ہے، معاشرے کے افراد کے مابین اس کو مرجعیتِ عام اور مقتدایانہ حیثیت حاصل ہوتی ہے، اور دوست و دشمن ہر ایک کے لیے وہ مرکزِ محبت وعقیدت ہوتا ہے۔ جس انسان میں عاجزی ہو وہ نہ صرف جھگڑوں اور فسادوں سے بچتا ہے بلکہ صُلح جوئی کی طرف رجحان رکھتا ہے اور دوسرے اعلیٰ اخلاق بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور جب اعلیٰ اخلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی پیش نظر ہو اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر یہ ایک مومن کی نشانی ہے گویا حقیقی مومن عابد اور عاجز ہوتا ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۃ الفرقان:64) عاجزی اور انکساری ایک ایسا خُلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خُلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ عاجزی اگر کسی میں نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے چنانچہ دیکھ لیں باوجود خاتم الانبیاء ہونے کے آپ اپنے ماننے والوں کو یہی فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اور اس یہودی کو بھی پتہ تھا کہ باوجود اس کے کہ میں یہودی ہوں اور جھگڑا میرا مسلمان سے ہے اور پھر معاملہ بھی آپؐ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اپنے اس جھگڑے کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی لاتا ہے، آپ کی خدمت میں ہی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ مذہبی اختلاف کے باوجود اس کو یہ یقین تھا اور وہ اس یقین پر قائم تھا کہ یہ عاجز انسان

صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس یہودی کو یہ بھی یقین تھا کہ میرا دل رکھنے کے لئے اپنے مرید کو یہی کہیں گے کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ یہ یقین اس لئے قائم تھا کہ آپ کی زندگی جو زندگی اس یہودی کے سامنے تھی اس سے یہی ثابت ہوا تھا اور آپ کا یہ حسن خلق اس کو پتہ تھا اور یہ حسنِ خلق آپ میں اس لئے تھا کہ وہ شرعی کتاب جو آپ پر اتری یعنی قرآن کریم اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو میں نے آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔ یعنی جھگڑے کو بڑھاتے نہیں بلکہ وہیں معاملہ نپٹا کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی جھگڑا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ جاہلوں کی طرح ذرا ذرا سی بات پر سالوں جنگیں لڑنے کی ان کو عادت نہیں ہے۔ تو یہ ہے وہ حسن خلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور جو آپ اپنی امت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جنوری 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)